© rasailojaraid.com

انسان کا قتل ناحق

پروفیسر عبدالحمید صدیقی

ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں بڑی تیزی کے ساتھ اخلاقی زوال آ رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں جس افسوسناک انداز سے انسانی جان اور عزت و آبرو کا احترام رخصت ہو رہا ہے وہ ہر اس شخص کے لیے انتہائی پریشان کن ہے' جس کے اندر انسانیت کی کوئی معمولی رمق بھی باقی ہے۔ کوئی اخبار اٹھا کر دیکھ لیجیے' آپ کو قتل و غارت کے متعدد واقعات ملیں گے۔ انھیں پڑھنے کے بعد آپ یہ محسوس کریں گے کہ اس سفاکی کے پیچھے اشتعال کی کوئی زبردست وجہ کام نہیں کر رہیں' بلکہ نہایت معمولی معمولی باتوں پر بڑی سنگ دلی کے ساتھ قیمتی جانوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ انسانوں کی بستیاں آدمیت سے خالی ہو رہی ہیں اور ان کی جگہ درندگی کا راج قائم ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں آپ ہر قسم کے گروہی اور سیاسی اختلاف سے بلند ہو کر ذرا اس ہولناکی کو بھی نگاہ میں لائیں جس کا مظاہرہ اس دنیا میں ہر روز ہو رہا ہے۔

عام قتل کی وجوہ

انسانی خون کی یہ ارزانی کسی ہنگامی اور وقتی صورت حال کا نتیجہ نہیں' بلکہ اس کے پیچھے کچھ ایسے عوامل کارفرما ہیں' جن پر انسانیت کے تمام ہمدرد انسانوں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر اس کا بروقت تدارک نہ کیا گیا تو انسان بڑی تیزی کے ساتھ تباہی کے راستے پر بڑھتا چلا جائے گا۔ پھر چند سالوں میں اس کا انحطاط اس مقام پر پہنچ جائے گا' جہاں سے اسے سنبھالا دینا قریب قریب ناممکن ہو جائے گا۔

جو ملک غیر ملکی حملوں اور دشمنوں کی بم باری سے تباہ ہوتا ہے وہ جلد ہی از سرنو تعمیر ہو جاتا ہے' بشرطیکہ اس کے اندر بسنے والوں کے حوصلے پست نہ ہوں اور ان میں زندہ رہنے کا جذبہ مضمحل نہ ہو چکا ہو۔ لیکن جس ملک میں انسانیت کا دیوالیہ نکل جائے' جہاں ظلم و ستم اور بدمعاشی کا دور دورہ ہو' جہاں ایک بھائی ہی خود اپنے دوسرے بھائی کی تباہی پر تلا ہو' جہاں کوئی فرد بھی اپنی جان اور عزت و آبرو کو محفوظ محسوس نہ کرتا ہو'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ملک کو قدرتی وسائل و ذرائع کی فراوانیاں اور وسیع منصوبہ بندیاں تباہی سے کس طرح بچا سکتی ہیں؟

کسی ملک کی بقا' اس کے استحکام اور اس کی ترقی کا دارومدار انسانی آبادی پر ہے۔ انسان کے لیے خوراک' لباس اور دوسری ضروریات زندگی سے کہیں زیادہ اہم' زندگی کے تحفظ کے متعلق اطمینان ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا اپنی زندگی کی حفاظت کے متعلق اطمینان پانی اور ہوا سے بھی زیادہ ضروری ہے' تو یہ زیادہ صحیح ہو گا۔ کیونکہ وہ ہوا' پانی اور زندگی کی دوسری ضروریات حاصل کرنے کی صرف اسی صورت میں خواہش اور کوشش کرے گا کہ جب وہ جینے کے حق سے محروم نہ ہو گا۔ زندہ رہنے کا یہی بھروسا اس کے اندر جدوجہد کی امنگ پیدا کرتا ہے اور وہ خداداد صلاحیتوں کو ایک خاص نہج اور راستے پر ڈالتا ہے۔ جس شخص کے سر پر ہر وقت ستم کی تلوار لٹکتی رہے' جسے ہر وقت اپنی جان کے لالے پڑے رہیں اور جو اپنی زندگی کو ہر آن ظالموں کی دست درازیوں کی زد میں سمجھتا رہے' اس کی فکری اور ذہنی صلاحیتیں کسی طرح اجاگر نہیں ہو سکتیں۔ مسلسل خوف و ہراس کی کیفیات سے نہ صرف جذبات میں اور دل میں بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے' بلکہ انسان کی ساری قوتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ خصوصاً جب اس خوف کے سلسلے' ان اطراف سے پیدا ہونے شروع ہو جائیں' جنھیں وہ اپنی حفاظت کے زبردست مورچے سمجھتا ہو۔

جو حضرات اس [برصغیر پاک و ہند کے پچاس سال سے پہلے] کے حالات پر کچھ بھی نگاہ رکھتے ہیں' وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ انگریز سامراج نے اپنی ساری خامیوں' کمزوریوں اور خود غرضیوں کے باوجود یہاں امن و امان قائم کر رکھا تھا۔ اس نے بلاشبہ ملک کو سیاسی لحاظ سے کچلا اور معاشی اعتبار سے تباہ و برباد کیا۔ اس نے معاشرے میں سے بے ضمیر اور خود غرض لوگوں کو بڑی محنت سے تلاش کیا اور پھر انھیں اپنے بھائیوں کا گلا دبانے کے لیے بڑے شرمناک طریقے سے استعمال کیا۔ اس نے دین اور اخلاق کی بیخ کنی کے لیے ہر انسانیت سوز حربہ استعمال کیا۔ لیکن ان سب تلخ حقائق کو ماننے کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس نے ملک کے انتظام و انصرام میں بڑی دلچسپی لی اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے۔ چنانچہ اگر آج [آزادی سے] پہلے کے ریکارڈ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں آپ کو قتل و غارت کے بہت کم واقعات ملیں گے۔ پھر اگر کبھی اس قسم کے چند واقعات ہو بھی جاتے تھے تو ان کی بڑی تندہی سے تفتیش ہوتی تھی۔ مجرم اکثر و بیشتر گرفتار کر لیے جاتے اور انھیں اپنے جرائم کی قرار واقعی سزا ملتی۔ جس سے مجرموں کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ آج کی طرح بے خوف ہو کر انسانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہ کر سکتے تھے۔

ملکی نظم و نسق میں کمزوری

انگریز کے [یہاں سے] رخصت ہونے سے چند سال پیش تر ہی ملک کا نظم و نسق کافی حد تک ڈھیلا پڑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا تھا۔ اس وجہ سے سماج دشمن عناصر کے حوصلے بڑھنے لگے۔ ایک طرف تو ان ناپسندیدہ عناصر کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھتی رہیں اور دوسری طرف مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں میں اختلافات کی ایک ایسی خلیج حائل ہوتی رہی، جس نے بالآخر ایک دوسرے کے خلاف شدید منافرت کی صورت اختیار کرلی۔ غنڈوں نے جذبات کی اس تلخی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی قوم کے ہیرو بن کر دوسری قوم کے افراد کا گلا کاٹنے میں مختلف جتھوں کی رہنمائی کی۔

پاک و ہند کی تاریخ میں اس دور سے زیادہ کوئی تاریک دور نہیں ملتا، جب ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں نے خوں خوار لوگوں کی سرکردگی میں ان گنت بے گناہ اور بے کس انسانوں کا قتل عام کیا۔ امن پسند شہریوں کی جایدادیں لوٹیں اور جلائیں۔ معصوم اور بے کس عورتوں کی عصمت دری کی اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو بڑے دردناک طریقے سے وحشت کا نشانہ بنایا۔ جن لوگوں نے وہ روح فرسا مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، ان کے جسم پر آج بھی ان حالات کے تصور سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

حصول آزادی کے وقت برعظیم کے مختلف علاقوں میں انسان نے انسان کا جو حشر کیا، اس سے نہ صرف انسانی اقدار کی مٹی پلید ہوئی بلکہ خود انسانی جان کا احترام بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔ یوں لگتا ہے کہ جنگلوں اور ویرانوں میں وحشی جانور اور درندے تو ایک دوسرے کو گوارا کر رہے ہیں، لیکن انسان ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بن چکا ہے اور وہ بالکل معمولی اشتعال پر اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے پر تل جاتا ہے۔

ملک آزاد ہونے کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ میں زمام کار آئی، ان کا یہ فرض تھا کہ انسان کے منہ کو انسانی خون کی جو چاٹ لگ گئی ہے، اس کی کوئی فکر کرتے۔ لیکن تقسیم ملک کے پیچیدہ مسائل اور الجھنوں نے بعض فرض شناس اصحاب اقتدار کو بھی اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ نتیجہ یہ کہ آدم خور انسان بڑے مزے اور اطمینان کے ساتھ انسانی خون سے لذت حاصل کرتے رہے۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گیا، جو عوامی تائید و حمایت سے یکسر محروم تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے ناجائز اقتدار کی حفاظت کے لیے جہاں حکومت کی انتظامی مشینری کو بے دریغ استعمال کیا، وہاں غنڈوں کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ یہ رجحان اگرچہ قیام پاکستان سے پہلے ہی کسی حد تک شروع ہو چکا تھا، لیکن بعد میں بتدریج اس خطرناک پالیسی پر عمل درآمد بڑھنا شروع ہو گیا اور غنڈا اور غنڈے کا سرپرست ہماری سیاسی زندگی میں ایک فعال عنصر کی حیثیت سے آگے بڑھنے لگا۔

ایک مدت سے حالت یہ ہے کہ ایک طرف ملک کا نظم و نسق بالکل درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ حکومت کے کارندے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بجائے اپنا پورا وقت اور ساری صلاحیتیں برسراقتدار گروہ کے مفادات کی حفاظت اور پاسبانی میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ انھی خدمات پر ان کی ملازمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ذاتی ترقی کا سارا دارومدار ہے۔ دوسری طرف غنڈوں کے اندر اپنی غیر معمولی اہمیت کا شعور بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ انھوں نے اپنے آپ کو معاشرے کے ناپسندیدہ عناصر سمجھنے کے بجائے ملک کی بہت بڑی کارکن' بلکہ فیصلہ کن قوت خیال کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے دل و دماغ میں یہ زعم پیدا ہو گیا ہے کہ اقتدار کی حفاظت اور اس کے ہاتھوں کی تبدیلی میں انھیں بڑی اہم حیثیت حاصل ہے۔ اونچے طبقوں میں ان کی پذیرائی کی وجہ سے ان کے عزائم بہت بڑھ گئے ہیں اور ان کی مہمات کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا ہے۔ اب وہ قانون نافذ کرنے والے اداروں سے بالکل بے خوف ہو کر بے گناہ شہریوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔ حکومت ان تلخ حقائق سے پوری طرح واقف ہے' لیکن وہ ان سے نظر بچانے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتی ہے۔ جب ایک اوباش اور بداخلاق آدمی کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے تو اسے لامحالہ چھوٹ دینی پڑتی ہے۔ اسے اس امر کا اطمینان دلانا پڑتا ہے کہ جو جرم وہ کرے گا' اس کی اس سے کوئی باز پرس نہ ہو گی۔ جب نظم و آئین کی پاسبان طاقتیں غنڈا گردی کی سرپرستی کرنے لگیں' تو اس وبا کا انتہائی خطرناک صورت اختیار کرنا کوئی ناقابل فہم بات نہیں ہے۔

دین سے بے تعلقی

قتل و غارت' غنڈہ گردی اور عزت و آبرو پر حملوں کی بڑھتی ہوئی واردات کے بنیادی اسباب میں سب سے بڑا سبب خدا سے بے خوفی اور دین سے بے تعلقی ہے۔ تہذیب و شائستگی' ضبط نفس' انسانی جان اور اس کا احترام پیدا کرنے میں جس قدر خدمت' اللہ پر ایمان نے کی ہے' کسی اور چیز نے نہیں کی۔ ایمان ہی انسان کے لطیف احساسات کو ابھارتا اور اس کے اندر رحم اور شفقت کے احساسات کی آبیاری کرتا ہے۔ انسان جتنا دین سے دور ہو گا' اتنا ہی وہ خود غرض' بے رحم اور شقی القلب ہو گا۔ یہ احساس کہ انسان ایک روح رکھتا ہے جسے اگر تکلیف پہنچے تو وہ مالک الملک کے دربار میں ظالم کے خلاف فریاد کرتی ہے۔ یہ عقیدہ کہ جو کچھ ظلم و ستم وہ کر رہا ہے' اسے کوئی علیم و خبیر ذات دیکھ رہی ہے۔ اسے دنیا کی چند روزہ زندگی کے بعد اس ذات کی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہونا ہے۔ یہ احساسات درحقیقت ضبط نفس کے اہم ترین بنیادی محرکات ہیں۔ لیکن اسے اس ملک کی بدقسمتی کے سوا اور کیا کہا جائے کہ یہاں قوت و طاقت کے اس لازوال خزانے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے' بلکہ مسلسل ایسے اقدام کیے جا رہے ہیں' جن سے ہماری نئی پود ان تصورات سے یکسر بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔

معاشرتی ڈھانچے کی تبدیلی

ہمارے معاشرتی ڈھانچے کو جس احمقانہ طریق سے تبدیل کیا جا رہا ہے' اس سے بھی جرائم کی رفتار میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ مغربی تہذیب کو اندھا دھند مسلط کرنے کی وجہ سے ہمارے ہاں بہت سی ذہنی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ صبر و قناعت کی جگہ معاشرے میں دولت کی ایک نہ مٹنے والی ہوس اور معیار زندگی بلند کرنے کی اندھا دھند کوشش نے لے لی ہے۔ ہر شخص حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے حدود و قیود سے بالکل آزاد ہو کر اس کے حصول کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اخلاق کی اس پامالی سے انسانی تعلقات کی تقدیس کو شدید نقصان پہنچا ہے اور انسان انھیں مجروح کرنے میں قطعاً کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ لوٹ کھسوٹ کے اس رجحان نے اپنے حدود اور دوسروں کے حقوق کا احترام تو درکنار' احساس تک ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانی جان اور آبرو کے مقابلے میں بے جان نوٹوں کی قیمت کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ہم چونکہ مغربی تہذیب کے معمار نہیں بلکہ صرف اس کے نقال ہیں' اس لیے اس کے اندر اچھائی کے جو پہلو ہیں' انھیں بھی کم ہمتی کی وجہ سے اپنانے سے قاصر ہیں۔ البتہ اس کی برائیوں کو ہم بڑی سرعت اور خوش دلی کے ساتھ قبول کر رہے ہیں۔ اہل مغرب کی طرح ہم میں نہ تو احساس ذمہ داری ہے' نہ آئین و قانون اور اجتماعی زندگی کے ضابطوں کا احترام اور نہ اپنے کام اور مقصد کی کوئی گہری لگن ہی ہے۔ ہم نے اگر وہاں سے کچھ لیا بھی ہے تو عریانی' فحاشی' شراب خوری' اخلاق سوز فلمیں اور انسانیت سوز ادب!

ہمارا نوجوان اس بات کا تو بڑا دلدادہ ہے کہ وہ مغربی نوجوانوں کی طرح رقص و سرود کی مجالس میں بے دھڑک شریک ہو' عورتوں پر آوازے کسے' موٹروں اور سکوٹروں کی چوری کرے اور بنکوں اور بڑے بڑے اداروں پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے عجیب و غریب منصوبے بنائے۔ لیکن اس کے دل میں یہ جذبہ کبھی موجزن نہیں ہوتا کہ وہ مدرسوں' کالجوں' یونی ورسٹیوں یا کام کاج کے دوسرے مراکز میں اس انہماک' یکسوئی اور ریاضت کا ثبوت دے جو ہمیں مغربی اداروں' دفاتر اور کارخانوں میں نظر آتی ہے۔ ہماری نئی پود نے مغرب سے جو کچھ لیا ہے اس میں بجز ذہنی اور اخلاقی آوارگی' غیر ذمہ دارانہ طرز عمل' ہنگامہ آرائی اور شورش پسندی کے کوئی تعمیری جذبہ نظر نہیں آتا۔ ایک طرف نوجوانوں کے قلب و دماغ میں اس قسم کے خوفناک رجحانات پرورش پا رہے ہیں اور دوسری طرف فلموں اور جاسوسی ناولوں کے ذریعے انھیں قتل و غارت' ڈاکہ زنی' اغوا اور پھر ان جرائم کی پاداش سے بچنے کے مختلف گر سکھائے جاتے ہیں' جنھیں آزمانے کے لیے وہ مغرب کے کچھ آبرو باختہ لوگوں کی تقلید میں بڑے گھناؤنے جرائم کا بے جھجک ارتکاب کرتے ہیں۔

اخبارات میں جرائم کے جو واقعات ہر روز سامنے آتے ہیں ان کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے بہت بڑی تعداد ایسے مجرموں کی ہوتی ہے جنھوں نے کہیں دور دراز علاقوں میں قانون کی آنکھ سے چھپ کر تربیت نہیں پائی ہے بلکہ ہمارے ان شہروں کے نہایت ہی مہذب اور بارونق حصوں میں قانون کے عین زیر سایہ رہ کر یہ تربیت حاصل کی ہے۔

ہمارے ملک کا معاشرتی نظام جس برق رفتاری سے تبدیل ہو رہا ہے اس نے عوام کو بالکل حواس باختہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دیا ہے۔ نت نئی تبدیلیاں اور خصوصاً ایسی تبدیلیاں جو ان کے قومی مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں' ان کی قوت فکر اور ان کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں اور ان سے لوگوں کے افکار و جذبات میں بڑا انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اہل یورپ کے ہاں اگر تھوڑا بہت ذہنی اور جذباتی سکون باقی ہے تو اس کی بڑی وجہ یونان اور روم کا وہ فلسفہ اور طرز فکر ہے' جس کی بنیاد پر مغربی تہذیب کا محل تعمیر کیا گیا ہے' لیکن ہمارے ہاں بد قسمتی سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ بالکل غیر معقول اور ناقابل فہم ہے۔ ہم اپنے ملک کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام کی مغربی تہذیب کے عین مطابق تعمیر تو کرنا چاہتے ہیں' لیکن اس بات کو یکسر نظرانداز کر رہے ہیں کہ یہ تمدن ایک ایسے مادی طرز فکر کا فطری نتیجہ ہے جس نے مدت ہائے دراز تک مغربی ذہنوں کی آبیاری کی ہے۔ اس بنا پر اہل مغرب اپنے نظام حیات اور فکری پس منظر کے درمیان کوئی تصادم نہیں پاتے اور وہ اس کی جکڑ بندیوں کو بڑی خوش دلی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں مگر پاکستان میں مختلف صورت حال درپیش ہے۔ یہاں کے عوام کی عظیم اکثریت کا مزاج بنیادی طور پر اس نظام فکر و عقائد کو قبول نہیں کرتا' جو اس کے اوپر زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے۔ جو نظام قلب و دماغ کو مطمئن کیے بغیر مسلط کیا جائے گا' وہ لوگوں کے لیے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہو گا اور اسے نافذ کرنے اور قائم رکھنے کے لیے بہت سی ناروا پابندیوں بلکہ شدید جکڑ بندیوں سے کام لینا پڑے گا۔

اس صورت حال نے ہمارے عوام کو اپنے مستقبل سے سخت مایوس کر دیا ہے۔ وہ جب سیاسی زندگی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں۔ جب تعلیمی نظام میں کسی تبدیلی کے آرزومند ہوتے ہیں تو وہاں انھیں قدم قدم پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ معاشی میدان میں سرمایہ دار بڑے اطمینان کے ساتھ جونک کی طرح ان کا لہو چوستا ہے۔ وہ اس سے جان نہیں چھڑا سکتے اور اگر کبھی ایسا کرنے کی جسارت بھی کرتے ہیں تو گولیوں سے ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ بے بسی کے اس عالم میں بعض لوگوں کے جذبات بھک کر بالکل غلط سمت اختیار کر لیتے ہیں اور ان کے اندر مجرمانہ ذہنیت پرورش پانے لگتی ہے۔

جرائم روکنے کی تدابیر

بڑھتے ہوئے جرائم کے ان بنیادی اسباب میں سے بہت سے اسباب ایسے ہیں' جن کا تدارک حکومت کی تدبیر کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بعض ایسی تبدیلیوں کا تقاضا کرتے ہیں' جو افراد کے بس میں نہیں ہیں۔ لیکن نہ تو سب کچھ حکومت کی تدبیر پر موقوف ہے' اور نہ ہم حکومت کی تدبیر کے انتظار میں قتل و غارت کی اس گرم بازاری کے خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہ سکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے جن لوگوں کو بھی اس صورت حال کی سنگینی کا کچھ احساس ہے' ان کا فرض ہے کہ اس کی روک تھام کے لیے جو کچھ بھی وہ کر سکتے ہیں' اس میں کوتاہی نہ کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ضمن میں پہلا قدم یہ ہے کہ ہم عوام الناس کے قلب و دماغ میں اس غیر معمولی احترام کا نقش بٹھائیں' جو اسلام انسانی جان کے لیے قائم کرنا چاہتا ہے' تاکہ انھیں اس امر کا احساس ہو کہ انسانی جان کا زیاں کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے' بلکہ اپنے لیے شدید عذاب کو دعوت دیتا ہے۔ ہمارے ملک کے عوام کافر نہیں ہیں۔ خدا اور رسولؐ اور آخرت کے منکر نہیں ہو گئے ہیں۔ وہ صرف غفلت کا شکار ہیں جسے دور کرنے کے لیے تذکیر کی ضرورت ہے۔ اس گئی گزری حالت میں بھی ان کی اصلاح کے لیے اگر کوئی چیز کارگر ہو سکتی ہے تو وہ باہر سے لایا ہوا کوئی فلسفہ نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کی تعلیم و ہدایت ہی ہے۔

جرم قتل کی سنگینی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قتل کے پہلے واقعے کا جس انداز سے ذکر فرمایا ہے' اس سے اس جرم کی سنگینی' اس کے مفاسد اور قاتل کی مجرمانہ ذہنیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے:

(ترجمہ) اور ذرا انھیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا: "میں تجھے مار ڈالوں گا"۔ اس نے جواب دیا: "اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے"۔ آخرکار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا: "افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا"۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ "جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا' اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی (المائدہ ۵:۲۷-۳۲)۔

سورہ مائدہ کی آیات کے ترجمے کا مطالعہ کرنے سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے' وہ یہ ہے کہ قتل کا ارادہ ایک ایسے بیمار ذہن کے اندر پرورش پاتا ہے جو انسانیت کے پاکیزہ احساسات سے یکسر محروم ہو چکا ہو۔ جس کی ذہنیت اس حد تک بگڑ چکی ہو کہ وہ اپنی ناکامیوں اور نامرادیوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے ان لوگوں کی جان کا دشمن بن جائے جو کامیاب اور بامراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل انسانیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مشترک احساسات سے یکسر عاری ہوتا ہے۔ اس کے نفس میں اتنا خبث بھر جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر جھانک کر دیکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ البتہ اسے اپنے گردوپیش جو لوگ بھلے معلوم ہوتے ہیں انھیں مٹانے کا ارادہ کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی ذہنیت کا کوئی سلیم العقل انسان تو مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ یہ مجرمانہ طرز فکر وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو باؤلے ہو چکے ہوں۔

اس بیمار ذہنیت کے مقابلے میں ایک صحت مند اور معقول انسان کا رویہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گلا کاٹنے کے بجائے اس کی زیادتی کو بڑے صبر و تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ وہ اپنے دشمن کے ارادۂ قتل پر مطلع ہونے اور اس کے ناپاک عزائم کو جاننے کے باوجود اس غیر انسانی فعل کی اپنی طرف سے ابتدا نہیں کرتا۔ یہاں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ہمیں یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ ہم خود آگے بڑھ کر اپنے آپ کو قتل کے حوالے کر دیں، یا ظالمانہ حملے کی مدافعت سے باز رہیں۔ وہ جو چیز ہمارے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ دشمن گھات میں لگا ہوا ہے، اپنی حفاظت کی فکر تو کرنی چاہیے، البتہ اس کے قتل کی فکر نہ کرنی چاہیے۔ اور اس بات کو ترجیح دینی چاہیے کہ ظالمانہ اقدام دوسرے کی طرف سے ہو اور آپ کا دامن ابتداء بالقتل سے بالکل پاک رہے۔

اسی بنا پر بعض اکابر نے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے آخری طرز عمل کو اسی آیت کی عملی تفسیر قرار دیا ہے یعنی آپ اقدام قتل سے آخر وقت تک اجتناب کرتے رہے۔ اپنا گلا کٹوانا گوارا کر لیا لیکن اس بات کو گوارا نہ کیا کہ کسی مسلمان کے خون سے ان کے ہاتھ رنگین ہوں۔

بعض مترجمین نے اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ المائدہ ۵:۲۸) کا ترجمہ کرتے وقت لفظ "کیونکہ" بڑھا دیا ہے۔ مطلب یہ کہ ہابیل اگر قابیل کی اشتعال انگیزی کے باوجود اس کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے اجتناب کرتا رہا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اس کے مقابلے میں بزدل اور کمزور تھا یا وہ اس کے خلاف نبرد آزما ہونے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ دراصل جو چیز اسے اس اقدام سے باز رکھ رہی تھی وہ پروردگار عالم کا خوف تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ خدا کا خوف نہ صرف انسان کو ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے باز رکھتا ہے بلکہ انتہائی پرآشوب حالات میں بھی اس کے دماغی توازن کو برقرار رکھنے میں اس کی معاونت کرتا ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے دامن کو ظلم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

اس موقع پر رب العالمین کے الفاظ بھی بڑے معنی خیز ہیں جو قرآن مجید کے کمال بلاغت کو ظاہر کرتے ہیں۔ امام راغبؒ نے مفردات میں الرب کے معنی یہ بیان کیے ہیں: هو انشاء الشئی حالا فحالا الی حد التمام (رب وہ ہے جو کسی چیز کو بہ تدریج نشوونما دے کر حد کمال تک پہنچائے)۔ ہابیل جب قاتلانہ عزائم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھنے والے بھلائی کے مقابلے میں ہر قسم کے اشتعال سے پروردگار عالم کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے اجتناب کرتا ہے تو اس میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ وہ انسانی زندگی پر ہاتھ ڈال کر اس نظام سے بغاوت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا جو رب العالمین نے اپنی مخلوق کے حفظ و بقا اور تدریج و ترقی کے لیے قائم کر رکھا ہے۔ وہ اس خدائی نظام ربوبیت میں مددگار بننا چاہتا ہے جس میں انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اب جو شخص بھی اس مقدس نظام کے خلاف عمل کرتا ہے' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی بنا پر شرک کے بعد دوسرے درجے پر جس جرم عظیم کا ذکر کیا گیا ہے' وہ قتل ہے:

> جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے' اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔ (الفرقان ۲۵:۶۸)

پھر قتل مومن کے سلسلے میں تو وعید اس سے بھی زیادہ شدید اور سخت ہے۔ اس کی جسارت کرنے والے کے لیے تو وہی سزا رکھی گئی ہے جو کافروں کے لیے مخصوص ہے:

> رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ (النساء ۴:۹۳)

احترام انسان

حضور سرور کائنات ؐ کی بے شمار احادیث انسانی جان کے احترام کی تعلیم و تلقین سے بھری پڑی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ کبائر کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

> بڑے گناہ یہ ہیں' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' انسانی جان کو ہلاک کرنا اور جھوٹ بولنا۔ (مسلم)

دوسری حدیث میں قتل نفس کو ماں باپ کی نافرمانی سے پہلے' شرک کے متصل بیان فرمایا گیا ہے:

> حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کے بارے میں بیان فرمایا' یا آپؐ سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' انسان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا"۔ (مسلم)

> حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین آدمی سب سے زیادہ غضب کے مستحق ہیں' ایک وہ جو حرم [کعبہ] میں بے اعتدالی کرے (مثلاً خون' خرابہ شکار وغیرہ) دوسرا وہ جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے چلانے کی کوشش کرے اور تیسرا وہ جو کسی انسان کا ناحق خون بہانے کے درپے ہو۔ (بخاری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمان تو مسلمان، اسلام میں تو اس کافر کا خون بہانا بھی گناہ عظیم ہے، جس کو اسلامی حکومت میں ذمی کی حیثیت حاصل ہو چکی ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے شخص کو مار ڈالے جس سے معاہدہ کیا جا چکا ہو، وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

اب ذرا ایک نگاہ حضور سرور عالمؐ کے ان ارشادات پر بھی ڈال لیں جو حضورؐ نے مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے معاملے میں مختلف مواقع پر فرمائے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کس شخص کا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (بخاری)

مسلمان کے خلاف صف آرا ہونے کو ایک دوسرے مقام پر کفر سے تعبیر کیا گیا ہے:

"عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا کفر"۔ (مسلم)۔

حضور سرور عالمؐ نے مسلمانوں کو بڑی تاکید کے ساتھ مسلمان کی جان کے بارے میں وصیت فرمائی اور قتل مسلم کو کفر اور ارتداد جیسا گھناؤنا فعل قرار دیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد پلٹ کر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (بخاری)

اب ذرا حجۃ الوداع کے خطبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بھی غور کر لیجیے:

حضور سرور کائناتؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ سب سے بہتر جانتے ہیں، (ابوبکرؓ) کہتے ہیں آپؐ اتنی دیر خاموش رہے کہ ہم خیال کرنے لگے کہ شاید آپؐ اس دن کا کچھ اور نام رکھنے والے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: کیا یہ یوم الخیر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہاں آج بے شک یوم الخیر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اچھا یہ شہر کون سا ہے؟ کیا یہ (حرمت والا) شہر (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا بے شک یارسول اللہؐ یہ حرمت والا شہر مکہ ہی ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: دیکھو تمھاری جانیں اور تمھارے مال اور تمھاری عزت و آبرو اور تمھارے جسموں کی کھالیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں۔ سنو، میں نے اللہ کا حکم تم کو پہنچا دیا یا نہیں؟ ہم نے کہا بے شک آپؐ نے پہنچا دیا۔ اس وقت آپؐ نے دعا کی، اے اللہ گواہ رہنا اور فرمایا جو لوگ یہاں موجود ہیں، میرا یہ کہنا ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ (بخاری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرور کائنات ؐ نے مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے والوں کو امت اسلامیہ سے خارج قرار دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں"۔ (مسلم)

جو شخص ایک مرتبہ زبان سے کلمہ شہادت ادا کر دے خواہ وہ خوف کی وجہ سے ہی ایسا کر رہا ہو' اس کے قتل کو بھی اسلام نے گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ حضرت مقدادؓ بن اسود کی روایت ہے:

انھوں نے کہا یارسول اللہؐ' اگر میری کافر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ مجھ پر حملہ کر کے میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے۔ پھر مجھ سے بچ کر ایک درخت کی اوٹ میں پناہ لے لے اور کہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ کیا اس حالت میں اسے قتل کر دوں؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا' اسے مت قتل کرو۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ یارسول اللہؐ اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور اس کے بعد ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔ مت قتل کرو اس کو' (اگرچہ تجھ کو اس سے صدمہ پہنچا اور زخم لگا) اگر تو اسے قتل کرے گا تو اس کا وہی حال ہو گا جو اس جرم کے ارتکاب سے پہلے تیرا حال تھا اور تیرا حال وہ ہو گا جو اس کا حال یہ کلمہ ادا کرنے سے پہلے تھا۔ (مسلم)

امام نوویؒ نے اس حدیث کے مطلب میں علما کے اختلاف کو نقل کرنے کے بعد امام شافعیؒ اور ابن قصار المالکیؒ کا یہ قول درج کیا ہے: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو اس کا خون ویسا ہی معصوم اور اس کا قتل ویسا ہی حرام ہو گیا جیسا تیرا خون اور تیرا قتل' اسے قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اسے قتل کرنے کے بعد ویسا ہی ہو گیا جیسا وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے پہلے تھا۔ یعنی نہ تیرا خون معصوم اور نہ تیرا قتل حرام۔ (شرح مسلم' ج ۱' ص ۴۹)

اسی طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت زبان سے ادا کرنے والے کو قتل کرنے سے' بڑے سخت الفاظ میں منع فرمایا ہے:

حضرت اسامہ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے ہمیں ایک جنگی مہم پر بھیجا۔ ہم حرقات کے ایک قبیلے سے نبرد آزما ہوئے۔ ہم نے وہاں ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ اس نے فوراً لا الٰہ الا اللہ کہا۔ لیکن میں نے برچھی سے اس کو مار دیا۔ اس کے بعد میرے دل میں اس فعل پر ایک خلش پیدا ہوئی۔ میں نے رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اور تو نے اسے مار ڈالا؟" میں نے عرض کیا "اس نے ہتھیار کے خوف سے یہ الفاظ کہے تھے"۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: "کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا تاکہ تجھے معلوم ہوتا کہ اس کے دل نے یہ کلمہ کہا تھا کہ نہیں۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ یہ کلمات بار بار دہراتے رہے' یہاں تک کہ میں نے آرزو کی' "کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا"۔

اسی حدیث کی ایک دوسری روایت جو منقول ہوئی ہے' اس کے آخر میں حضورؐ کے الفاظ ایسے ہیں' جن سے اسامہؓ کے اس فعل پر آپؐ کے شدید اضطراب کا اندازہ ہوتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضورؐ نے جب اسامہؓ سے اس واقعے کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت اسامہؓ نے کہا: "یارسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو شدید اذیت دے رکھی تھی اور فلاں فلاں کو شہید کر دیا تھا"۔ اس کی صراحت میں حضرت اسامہؓ نے چند افراد کے نام بھی لیے۔ پھر کہا: لیکن جب میں اس پر غالب آیا تو اس نے تلوار کے ڈر سے لا الٰہ الا اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "کیا تو نے پھر بھی اسے قتل کر دیا؟" انھوں نے کہا "ہاں"۔ اس پر رسالت مابؐ نے فرمایا: "تو لا الٰہ الا اللہ کا کیا جواب دے گا۔ جب وہ قیامت کے دن پیش ہو گا؟" حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: "حضور میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔" "لیکن آپؐ بار بار یہی بات دہراتے کہ کیا جواب دے گا تو لا الٰہ الا اللہ کا' جب وہ آئے گا قیامت کے دن"۔ (مسلم)

قتل مومن تو خیر بڑا سنگین جرم ہے۔ حضور سرور عالمؐ نے تو اس شخص کو بھی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے جو کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے۔ (مسلم) حضور سرورؐ کائنات نے مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ وہ تیروں اور نیزوں کو لے کر یونہی بازاروں' مساجد یا اجتماعی زندگی کے دوسرے مراکز میں آ جائیں۔ انھیں اس ضمن میں اس بات کی سخت ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان کے ضرر رساں حصوں کو پوری طرح ڈھانک کر رکھیں تاکہ ان سے کسی کو غفلت میں بھی کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حکم صرف تیر' نیزے یا تلوار پر ہی حاوی نہیں بلکہ اس کے تحت ہر وہ ہتھیار یا چیز آ جاتی ہے۔ س سے ضرر پہنچنے کا کوئی احتمال موجود ہو۔ (مسلم' شرح نووی' ج ۲' ص ۳۲۸)

قیامت کے روز ایک شخص جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہو گا تو اس سے پہلا سوال انسانی خون کے بارے میں ہی کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے حضورؐ کا فرمان یوں روایت کیا ہے:

قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے مقدمات کا فیصلہ ہو گا (مسلم)۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چونکہ یہ جرم بڑا سنگین ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اسی کے بارے میں قیامت کے روز باز پرس کرے گا۔ اس حدیث کا اس حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے' جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حقوق اللہ میں سے نماز اولین اہمیت کی حامل ہے اور حقوق العباد میں انسانی جان کا احترام بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ (امام نوویؒ شرح مسلم' ج ۲' ص ۴۰)

اللہ اور اس کے رسولؐ کے یہ احکام لوگوں کو یاد نہیں رہے۔ اسی وجہ سے مسلمان' مسلمانوں کی گردنیں مار رہے ہیں اور اس بات کا کسی کو کم ہی احساس ہوتا ہے کہ یہ عظیم جرم ہے جس کا بوجھ وہ اپنی گردن پر لے رہا ہے۔ آج ہم اگر اس کی روک تھام کے لیے اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ تو کر سکتے ہیں کہ ان احکام کو زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچائیں۔ شاید بھولے سبق یاد آنے سے ان کے ہاتھ قتل ناحق سے رک جائیں۔

© rasailojaraid.com